نظرات

ابھی مسلم پرسنل لاء میں مداخلت اور مسلمانوں کو ان کی شریعت کے احکام کے خلاف مشترکہ سول کوڈ کے تابع فرمان بنا دینے کی کوشش کی مزاحمت پوری طرح کامیاب نہ ہو پائی تھی کہ اجودھیا کی بابری مسجد کو بطور رام جنم بھومی مندر کے ہندوؤں پر کھول دینے کا وہ واقعہ پیش آگیا، جس نے ایک طرف پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے دل ودماغ کو صدمے اور تکلیف کی شدت سے ہلا کر رکھ دیا۔ دوسری طرف ہندوستان، خاص طور پر یوپی حکومت کے چہرے پر سے سیکولر ازم کی وہ ہلکی نقاب بھی اتار کر ایک طرف رکھ دی، جس کی نمائش وہ اقلیتوں پر زیادتیوں اور کشت وخون کے ہر اہم موقع پر اپنی نیک نیتی اور انصاف پسندی کو ثابت کرنے کے لیے کیا کرتی تھی۔

بابری مسجد کا مقدمہ ۱۹۴۹ء سے عدالتوں میں زیر سماعت تھا، اور ہائی کورٹ نے اس کی سماعت کی ۳۷ برسوں سے ضرورت نہ سمجھی تھی، لیکن اس مقدمہ کے فیصلے کے بغیر ہی فیض آباد کے ڈسٹرکٹ جج کے حکم پر بابری مسجد کو رام جنم بھومی مندر کے طور پر نہ صرف کھول دیا گیا بلکہ ریڈیو، اور دوردرشن کے ذریعہ اس واقعہ کی نمائش اس ڈھنگ سے کی گئی جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو اس اقدام پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے۔ اور یوپی میں حالات معمول کے مطابق چل رہے ہیں۔ یوپی حکومت کی اس ہٹ دھرمی اور عاقبت نااندیشی کی بدولت سارے ہندوستان کے مسلمانوں میں اضطراب، غم وغصہ اور اشتعال کی ایک نئی لہر پھیل گئی اور اس کا نتیجہ درجنوں فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں ظاہر ہوا، جن میں درجنوں مسلمانوں

کی جانیں ضائع ہوئیں، اور کروڑوں روپیہ کی املاک کا نقصان ہوا۔ لیکن خونریزی اور خوف و ہراس میں مبتلا کرنے کی یہ حکمت عملی غیر موثر اور فضول ثابت ہوئی کیونکہ مسلمانوں نے بے مثال جوش وخروش کے ساتھ بابری مسجد کی بحالی کی تحریک میں حصہ لیا، اور لاکھوں افراد نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔

گرفتاریوں کے ذریعہ احتجاج اب تک کا آخری مظاہرہ ۳۰ اپریل کو کیا گیا، جس میں بارہ بنکی کے ۵ ہزار کے مجمع پر پولیس نے ایسی بے دردی اور وحشیانہ طریقے سے گولیاں برسائیں کہ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ۱۲ افراد موقع پر ہی ہلاک ہوگئے، اور تین افراد جو فائرنگ میں شدید طور پر زخمی ہوگئے تھے۔ بعد میں زخموں کی تاب نہ لاکر چل بسے اس طرح سرکاری طور پر ہی ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۱۵ ہوگئی۔

بابری مسجد کے واقعہ، اور اس کے بعد بارہ بنکی کی وحشیانہ فائرنگ سے جس بنیادی رجحان کا مظاہرہ سامنے آیا ہے، وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی اکثریت اب کلیت پسندی اور اقتدار وحکومت پر حاکمانہ ملکیت کے نشہ سے اس حد تک سرشار ہوگئی ہے کہ وہ اس معاملہ میں کسی احتیاط، انصاف پسندی اور اصولوں کی پاسداری سے کام لینے پر تیار نہیں، اور تاریخ اور اس کے پس منظر کی تشریح بھی من مانے طریقے سے کرنے پر آمادہ ہے، اور اس سلسلہ میں اس کا کردار "دو قومی فلسفہ" سے پورے طور پر متاثر ہوگیا ہے۔

دو قومی نظریہ پر مشتمل آر ایس ایس کا احیائی فلسفہ مسلمانوں کے لئے کوئی اجنبی فلسفہ نہیں ہے کیونکہ جس فلسفہ کی بنیاد مذہبی احکامات کے فروغ، اور اصول مذہب